صرفِ دولت کے اسلامی اصول و آداب

ڈاکٹر سعدیہ گلزار

مال و دولت خرچ کرنے میں بڑی بے اعتدالی پائی جاتی ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں: ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا یا ضرورت سے کم خرچ کرنا۔ اول الذکر کو اسراف و تبذیر اور مؤخر الذکر کو بخل کہتے ہیں۔ اسراف سے مراد ہے بغیر مقصد کے فضول کاموں پر خرچ کرنا، ایسے امور پر خرچ کرنا جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، چاہے زیادہ ہو یا کم۔ [۱] اسراف کا اطلاق ضرورت سے زیادہ خرچ پر بھی ہوتا ہے۔

اگرچہ اسراف اور تبذیر دونوں الفاظ کا استعمال فضول خرچی کے لیے ہوتا ہے، تاہم تبذیر کا لفظ حرام کاموں میں مال خرچ کرنے کے لیے مستعمل ہے۔ تبذیر سے مراد مال کا ضائع کرنا اور حدِ اعتدال سے زیادہ خرچ کرنا ہے۔ اس میں مال کو گناہ کے کاموں میں خرچ کرنا شامل ہے۔ [۲] گویا حرام امور پر خرچ کرنا تبذیر ہے۔ چنانچہ شراب یا کوئی نشہ آور شے خریدنا، سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا، مردوں کا ریشم کا لباس اور سونا پہننا، رقص و سرور کی محفلیں آراستہ کرنے کے لیے دولت صرف کرنا تبذیر کے زمرے میں آتا ہے۔

بے جا عیش و عشرت

عصر حاضر میں بے جا عیش و عشرت اور رسم و رواج پر کروڑوں روپے خرچ کر دیے جاتے ہیں۔ اس کا مقصد محض معیار زندگی کو بلند کرنا، بڑے بڑے محلات تعمیر کرنا اور ان کو سجانا، فیشن اور جدید ملبوسات سے آراستہ ہونا، شادی بیاہ کی رسوم

اور دیگر تقریبات کا انعقاد ہوتا ہے۔

مسرفین اپنی ذاتی عیاشیوں پر خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے، لیکن ان کو اپنے اردگرد کے لوگوں کی بھوک اور افلاس کا احساس نہیں ہوتا۔ عوام کی اکثریت غریب اور متوسط طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ سرمایہ دار اپنے طرز زندگی کے معیار کو قائم رکھنے کی خاطر نت نئے لباس، نئے طرز بودوباش اختیار کرتے ہیں، جب کہ غریب طبقہ دو وقت کی روٹی سے بھی محروم رہتا ہے۔ غرباء کی محرومیوں کی وجہ سے امیر طبقہ کے خلاف ان کی نفرت پروان چڑھتی ہے، جس سے امیر و غریب میں طبقاتی کش مکش جنم لیتی ہے۔ بغض وعداوت کی وجہ سے معاشرہ تباہی کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے۔

بے جا اور غیر شرعی تہوار منانا بھی فضول خرچی کی ایک مثال ہے۔ مثلاً بسنت کے تہوار میں کروڑوں روپے صرف پتنگ بازی میں اڑا دیے جاتے ہیں۔ اسی طرح نیوائیر نائٹ پر لاکھوں روپے رقص، آتش بازی اور شراب نوشی پر برباد کر دیے جاتے ہیں۔ ایک اور مغربی تہوار ویلنٹائن ڈے ہے، جس پر خواتین اور مردوں میں پھولوں اور کارڈز کے تبادلے، مخلوط ڈنر اور پارٹیز پر لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر دیے جاتے ہیں۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں: ''فخر و ریا، نمائش کے خرچ، عیاشی، فسق و فجور کے خرچ، اور تمام ایسے خرچ جو انسان کی حقیقی ضروریات اور مفید کاموں میں صرف ہونے کے بجائے دولت کو غلط راستوں میں بہا دیں، دراصل خدا کی نعمت کا کفران ہیں''۔ ۳۳؎

اسلامی تعلیمات میں فضول خرچی کی ممانعت کی گئی ہے اور خرچ کرنے کے معاملے میں اخلاقی اصول پیش کیے گئے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ

(الاعراف: ۳۱)

کھاؤ پیو اور حد سے مت نکلو۔ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا إِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْ□طَانُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا (بنی اسرائیل: ۲۷)

بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی فضول خرچی سے منع فرمایا ہے:

كلوا واشربوا والبسوا وتصدّقوا في غير اسراف ولا مخيلة۔ [۴]

کھاؤ پیو، پہنو اور صدقہ کرو، اس میں اسراف ہو نہ تکبر۔

مغربی معاشرے میں ہر شخص کو آزادی ہے کہ اس کی جو مرضی ہو طلب کرے اور جتنا چاہے خرچ کرے۔ اس کے برعکس اسلام نے کچھ حدود وقیود مقرر کیے ہیں، جن کے اندر رہتے ہوئے دولت کو خرچ کیا جا سکتا ہے۔ اسلام انسان کو اس بات کا اختیار نہیں دیتا کہ وہ ناجائز طریقوں سے دولت کمائے اور انھیں اپنی مرضی سے خرچ کرے، بلکہ اس نے حلال ذرائع سے کمانے اور حلال اشیاء پر خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ خرچ کرنے کے اسلامی اصولوں کا جائزہ درج ذیل میں لیا جا رہا ہے:

حلال روزی کی ترغیب

شریعت اسلامیہ نے خرچ کرنے میں بھی حلال وحرام کے اصول کو مدنظر رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال قرار دیں، جو انسان کی ضروریات کے عین مطابق ہیں۔ ان چیزوں کے استعمال میں ہی انسان کی فلاح پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو بھی پاکیزہ اور حلال اشیاء کے استعمال کا حکم دیا ہے۔ حلال کو حلال اور حرام کو حرام ٹھہرانے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ بنی نوع انسان کو شیطان کی پیروی کرنے سے منع کیا گیا ہے، کیوں کہ شیطان انسان کو برائی کے راستے پر چلنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

الشَّیطٰنِ اِنَّهٗ لَکُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ۔ (البقرۃ: ۱۶۸)

لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں ان میں سے کھاؤ پیو اور شیطان کی راہ پر نہ چلو، وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔

سید قطب شہیدؒ لکھتے ہیں: ’’اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انہیں کھاؤ، سوائے ان کے جنہیں حرام قرار دیا گیا ہے۔ حرام وحلال کی تعیین میں صرف اللہ تعالیٰ سے راہ نمائی حاصل کرو اور ان معاملات میں شیطان کی پیروی نہ کرو۔ وہ تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ وہ ہرگز تمھیں نیکی کا حکم نہیں دے گا، بلکہ غلط تصورات کی ترغیب دے گا۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان خود اپنی مرضی سے بعض چیزوں کو حلال قرار دے اور بعض کو حرام، خواہ اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی دلیل و سند نہ ہو‘‘۔ ۵؎

انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی حلال رزق کھانے کی تلقین کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوۡا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا ؕ اِنِّیۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِیۡمٌ۔ (المومنون: ۵۱)

اے رسولو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے میں بخوبی واقف ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پاکیزہ رزق عطا فرمایا اور اسے حکم دیا کہ وہ صرف حلال اور پاکیزہ اشیاء کا استعمال کرے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجا لائے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا كُلُوۡا مِنۡ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لِلّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اِیَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ (البقرۃ: ۱۷۲)

اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمھیں دے رکھی ہیں انھیں کھاؤ، پیو اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرو، اگر تم خاص اس کی عبادت کرتے ہو۔

اسلام میں حلال وحرام واضح ہے، مگر ان کے درمیان کچھ امور مشتبہ ہیں۔ تقویٰ کا تقاضا ہے کہ مومن شک وشبہ والے امور ترک کردے۔ اسی میں اس کی فلاح و کام یابی ہے۔ ۶؎

ناجائز امور پر خرچ کی ممانعت

اسلام نے ناجائز کاموں پر مال و دولت خرچ کرنے کی سختی سے ممانعت کی ہے۔ذیل میں اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

(الف) شراب نوشی کی ممانعت

شراب نوشی اور نشہ آور اشیاء کا استعمال اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔ شراب کی حرمت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالأَنْصَابُ وَالأَزْلاَمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدۃ: ۹۰)

اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان (وغیرہ) اور پانسے کے تیر، یہ سب گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں، ان سے بالکل الگ رہو، تا کہ تم فلاح یاب ہو۔

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ 'رجس' کا استعمال بد بو دار چیز، گندگی اور کوڑے کے لیے ہوتا ہے۔'من عمل الشیطٰن' سے مراد شیطان کی اقتدا کرنا ہے۔ یہاں اجتناب تحریم کے معنٰی میں ہے۔ ۷؎ حدیث میں شراب کو 'اُم الخبایث' کہا گیا ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''شراب سے بچو، کیوں کہ اللہ کی قسم شراب اُم الخبائث ہے۔ شراب اور ایمان ایک ساتھ جمع نہیں ہوں گے، مگر ایک دوسرے کو نکال باہر کردے گا''۔ ۸؎ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم، حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے ادوار میں شراب پینے والے کو ہاتھوں، جوتوں اور چادروں سے مارا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے اخیر زمانے میں شراب نوشی کی سزا اسّی (۸۰) کوڑے مقرر تھی۔ ۹؎ حضرت عمرؓ کے عہد میں ضرار، ابو جندل اور بعض دیگر لوگوں نے شراب پی تو ان حضرات کو اسی کوڑے مارے گئے۔ ۱۰؎ اسلامی معاشرے میں شراب کے ساتھ ساتھ تمام نشہ آور اشیاء کا استعمال بھی ممنوع ہے، کیوں کہ حدیث میں ہر نشہ آور مشروب کو حرام ٹھہرایا گیا ہے۔ ۱۱؎ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ شراب نوشی کرنے والوں پر حد جاری کرے تا کہ معاشرہ اس

برائی سے پاک ہو سکے۔

(ب) لغو محفلوں اور موسیقی کی حرمت

گانے بجانے کی حرمت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ (لقمان ۶:)

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو فضول باتوں کو مول لیتے ہیں، تا کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

جمہور صحابہ، تابعین اور عام مفسرین کے نزدیک 'لھو الحدیث' عام ہے، جس میں گانا بجانا اور اس کا ساز وسامان، موسیقی کے آلات اور ہر وہ چیز شامل ہے جو انسان کو خیر اور بھلائی سے غافل کر دے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے دور کر دے۔ گانا بجانا فحاشی شیطانی عمل ہے اور اسلام ہمیں شیطان کی راہ پر چلنے سے منع کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ۔ (النور:۲۱)

اے ایمان والو! شیطان کے نقش قدم پر مت چلو۔ جو شخص شیطان کے قدموں کی پیروی کرتا ہے تو وہ بے حیائی اور برے کاموں کا ہی حکم کرے گا۔

انسان جب ناجائز امور (بے حیائی) پر خرچ کرتا ہے تو گویا وہ شیطان کی رہا پر چل راہ ہوتا ہے۔ شیطان ہر لمحہ انسان کو بہکاتا ہے اور اسے برے کاموں کی ترغیب دیتا ہے۔ موسیقی، ناچ گانے کی محفلوں پر پیسہ خرچ کرنا لغویات کے زمرے میں آتا ہے۔ مومن کا ایمان تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی لغو کاموں میں گزارنے کے بجائے اطاعت الٰہی کے مطابق گزارے۔ قرآن حکیم میں مومن کی ایک نمایاں

صفت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ فضول امور سے پرہیز کرتے ہیں۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۔الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُونَ۔وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ۔ (المومنون:۱۔۳)

یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی، جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں، جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

گویا لغو سے پرہیز کرنا اور اس سے بچنا مومن کی ایک نمایاں صفت ہے اور یہی حقیقی فلاح پانے کا راستہ ہے۔

قناعت کی تلقین

قناعت سے مراد یہ ہے کہ حلال ذرائع سے انسان کو جو کچھ ملے، اس پر راضی اور مطمئن ہو جائے۔ زیادہ حرص نہ کرے، کیوں کہ حرص انسان کو حرام ذرائع اختیار کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمیشہ دعا فرماتے تھے: اے اللہ! آلِ محمدؐ کو ضرورت کے مطابق روزی عطا فرما۔ [۱۲] نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: تین چیزوں کے علاوہ اور کسی چیز پر انسان کا کوئی حق نہیں: رہنے کے لئے ایک گھر، جن اعضاء بدن کو چھپانا ضروری ہے، ان کو ڈھانپنے کے لیے کپڑا، بغیر سالن کے روٹی اور پانی۔ [۱۳] امام غزالیؒ فرماتے ہیں: انسان کو چاہیے کہ جب اسے غذا، لباس اور رہائش بہ قدر ضرورت حاصل ہو تو قانع رہے۔ اگر انسان زیادہ سے زیادہ مال حاصل کرنے کی حرص و طمع رکھے تو وہ قناعت کی نعمت و عزت سے محروم ہو جاتا ہے''۔ [۱۴] قناعت ایک مثبت اخلاقی قدر ہے۔ اس کا مقصود دوسروں کا دست نگر ہونے سے بچنا ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد کے مطابق ''اصل امیری دل کا سکون واطمینان ہے۔ [۱۵] عصر حاضر میں لوگوں کے پاس مال و دولت کا انبار ہونے کے باوجود انھیں سکون و اطمینان حاصل نہیں ہے۔ اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ جو حلال ذرائع سے مل جائے اس پر صبر اور قناعت کی جائے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے کہ اسی سے سکون حاصل ہو سکتا ہے۔

اسلام کی اخلاقی تعلیمات آجرین اور صارفین دونوں کو قناعت کا درس دیتی ہیں۔

انسان طبعاً لالچی اور دنیا کا حریص ہے۔ وہ مال و دولت سے کبھی سیر نہیں ہوتا، جب کہ مومن کی زندگی سادہ اور قناعت پسند ہوتی ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خود بھی قناعت کے ساتھ زندگی بسر فرمائی اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دی۔ اسلامی تعلیمات واضح کرتی ہیں کہ دنیا کی زندگی عارضی اور فانی ہے۔ انسان کو اپنی ابدی زندگی کی تیاری کرنی چاہیے۔ عارضی زندگی کا تصور نفس انسانی سے مال و دولت کی حرص کو نہ صرف کم کرتا ہے، بلکہ بتدریج اسے ختم کردیتا ہے۔ اس سے انسان کے اندر قناعت جیسی اخلاقی صفت پروان چڑھتی ہے۔

شکر الٰہی

معیشت میں شکر سے مراد یہ ہے کہ انسان کو مال و دولت حاصل کرنے کے جو ذرائع میسر آئیں ان پر قناعت کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (النحل: ۱۱۴)

جو کچھ حلال اور پاکیزہ روزی اللہ نے تمھیں دے رکھی ہے اسے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو، اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا (النحل: ۱۸)

اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو تم انھیں شمار نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ انسان کا دینی اور اخلاقی فرض ہے کہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اس کا اطاعت گزار بنے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو بے شمار نعمتیں دی ہیں، مگر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بننے کے بجائے بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ثابت ہوا ہے۔ (ابراھیم: ۳۴)

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے شکر کے جذبات پیدا کرنے کے لیے اپنی حیثیت سے کم تر کی طرف دیکھنے کی ترغیب فرمائی ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

اذا نظر أحدكم الی من فضل علیه في المال والخلق، فلینظر الی

من هو أسفل منه ممن فضل عليه۔[۱۶]

جب تم میں سے کوئی شخص کسی ایسے شخص کو دیکھے جسے مال اور شکل و صورت میں تم سے برتری عطا کی گئی ہے تو اسے چاہیے کہ ایسے لوگوں پر بھی نظر ڈالے جو ان معاملات میں اس سے کم تر ہیں، جن میں اسے ان پر فضیلت دی گئی ہے۔

اگر انسان میں شکر الٰہی کے جذبات پیدا ہو جائیں تو وہ بہت سی معاشی خرابیوں سے بچ سکتا ہے اور اپنی زندگی تقویٰ کے مطابق گزار سکتا ہے۔ قرآن حکیم کے بیان کے مطابق اگر کسی قوم، ملک، علاقے اور بستی کے لوگوں میں ایمان اور تقویٰ کے اوصاف جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے وسائل معیشت کے دروازے کھول دیتا ہے اور انھیں بے شمار برکتوں سے نوازتا ہے۔ (الطلاق: ۲۔۳) اگر انسان اللہ تعالیٰ پر توکل اور یقین کر کے کمائی کے حلال ذرائع اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے اسباب معیشت میں برکت دے گا، پھر وسائل کے محدود ہونے کی شکایت باقی نہیں رہے گی۔

شادی بیاہ کی رسموں پر اسراف

شادی کے مواقع پر بھاری جہیز، اعلیٰ اقسام کے کھانے، آتش بازی، تیل مہندی، مایوں، مکلاوا، دلہن کی گھر واپسی، دولہا کے گھر دوبارہ آمد اور دیگر کئی غیر شرعی ہندوانہ رسمیں عوام کی بھاری اکثریت کا مسئلہ بن چکی ہیں۔ متوسط اور سفید پوش طبقے سے لڑکے والوں کی طرف سے بھاری مطالبات، رسم و رواج، لڑکی والوں پر معاشرتی و تہذیبی لحاظ سے ناجائز دباؤ اور غیر شرعی اخراجات نے نکاح جیسے دینی فریضہ کو مشکل بنا دیا ہے۔ شادیاں اور جہیز فخر اور نمود و نمائش کا ذریعہ بن چکی ہیں۔ جہیز میں لڑکی کو ضروریات زندگی دینے کے بجائے مہنگے سے مہنگا فرنیچر، قیمتی برتن، ملبوسات کے ڈھیر، الیکٹرونکس کا سامان اور کار، یہاں تک کہ گھر بھی دیا جاتا ہے۔ جہیز دینے کے لیے لوگ قرض لیتے ہیں، جائیداد رہن رکھتے ہیں، پھر عمر بھر قرض کی ادائیگی کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں۔

ان رسموں کے معاشرے پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ غریب اور

متوسط طبقہ کی زندگی مشکل کا شکار ہو کر رہ گئی ہے، کیوں کہ متوسط طبقہ برادری میں ناک اونچی رکھنے کے لیے ہر فضول رسم پر پیسہ اڑانے سے دریغ نہیں کرتا۔ نتیجتاً مفلس اور قلاش ہو جاتا ہے۔ شیخ وھبۃ الزحیلیؒ لکھتے ہیں کہ ''اپنی طاقت سے بڑھ کر خرچ کرنا انسان کو ملامت، شرمندگی اور تنگ دستی میں ڈال دیتا ہے''۔ ۱۷؎

شادی بیاہ کی تقریبات کا ایک مقصد نمود و نمائش ہو گیا ہے، مثلاً جہیز کو شادی کے موقع پر فخر و مباہات کے جذبے سے دکھایا جاتا ہے۔ مہندی کی رسم اور دیگر رسوم پر کھانے کا رواج عام ہو رہا ہے۔ لوگ مختلف طریقوں سے جس قدر بھی روپیہ پیسہ کماتے ہیں، ایسے مواقع کے لیے جمع رکھتے ہیں، پھر ان رسوم پر پانی کی طرح بہا دیتے ہیں۔ دوسری طرف معاشرہ میں غریب طبقہ ہے، جو بیٹی کی شادی کی استطاعت نہیں رکھتا۔ اس میں ان مسرفانہ رسموں کو دیکھ کر احساس محرومی پروان چڑھتا ہے۔ شادی کی مسرفانہ رسموں میں دو اہم ہیں: ایک جہیز دوسرا ولیمہ۔ ذیل میں ان کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

جہیز

جہیز ایک ایسی معاشرتی رسم کی شکل اختیار کر چکا ہے کہ اس کے بغیر شادی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ حتی کہ خود لڑکی والے بھی یہی سمجھتے ہیں کہ اگر بیٹی کی شادی تک جہیز کا سامان تیار نہ ہوا تو ہم اس کو رخصت نہ کرسکیں گے۔ چنانچہ اس کی پیدائش کے ساتھ ہی والدین کو جہیز کی فکر ستانے لگتی ہے اور وہ اپنے پیٹ کاٹ کر اس کے جہیز کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ اگر ہم اسوۂ حسنہ دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی بیٹی کو بہ ظاہر جہیز کے نام پر جو چند چیزیں دیں وہ حضرت علیؓ کی رقم سے ہی خرید کر دی تھیں۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ کو ایک سفید اونی چادر، ایک مشکیزہ اور ایک چمڑے کا تکیہ، جس میں اِذخر گھاس بھری ہوئی تھی، بہ طور جہیز دیا تھا۔ ۱۸؎ بعض روایات سے ثابت ہے کہ حضرت علیؓ کی زرہ کو بیچ کر اس کی قیمت سے سامان جہیز تیار کیا گیا

تھا۱۹؎ اسلام میں نکاح سنت ہے۔غیر ضروری رسم و رواج اور جہیز کی وجہ سے اس میں تاخیر جائز نہیں۔اس رسم کے خاتمے کے لیے لڑکی والوں کی بہ نسبت لڑکے والوں کو زیادہ کوشش کرنی چاہیے،تاکہ معاشرہ اس جاہلانہ رسم سے پاک ہو سکے۔

دعوتِ ولیمہ

خوشی کے موقع پر دوستوں اور اقرباء کو کھانا کھلانا نہ صرف ہماری ثقافت کا حصہ ہے، بلکہ دینی لحاظ سے بھی اس کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے شادی کے موقع پر ولیمہ کرنے کی خصوصی تاکید فرمائی ہے اور یہ آپ کے اسوہ سے بھی ثابت ہے۔آپؐ خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن ٹھہرے۔اس دوران حضرت صفیہ بنت حیؓ کی رخصتی ہوئی۔آپؐ نے اس موقع پر صحابہ کو ولیمہ کی دعوت دی،جس میں گوشت اور روٹی نہیں تھی۔آپؐ نے دسترخوان بچھانے کا حکم دیا اور اس پر کھجور، پنیر اور گھی رکھ دیا گیا۔بس یہی آپؐ کا ولیمہ تھا۔۲۰؎

اگرچہ نکاح کے موقع پر ولیمہ سنت ہے،لیکن یہ بھی واضح رہے کہ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ولیمہ اپنی حیثیت کے مطابق کرتے تھے،آپؐ نے اپنی بعض ازواج مطہرات کا ولیمہ دو مد جو سے کیا۔۲۱؎ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس تقریب کے لیے غیر ضروری اسراف کی ضرورت نہیں، بلکہ سادگی سے ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق ولیمہ کرسکتا ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خوش حالی کے ایام میں بہ طور ولیمہ صحابہؓ کی کھانے سے بھی خاطر فرمائی۔آپؐ کی ازواج مطہرات میں حضرت زینبؓ بن حجش کے ولیمہ سے بہتر کوئی ولیمہ نہیں ہوا،جس میں بکری ذبح کی گئی تھی۔۲۲؎ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے نکاح میں برکت عطا فرمائے، ولیمہ کرو، چاہے ایک بکری ہی ذبح کرو۔۲۳؎ دعوت ولیمہ کی تقریب میں غرباء کو شامل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، تاکہ امراء کی تقریبات محض معاشرتی وقار کی علامت بن کر نہ رہ جائیں۔حدیث نبویؐ کی رُو سے برا ولیمہ وہ ہے جس میں مساکین کو شریک نہ کیا گیا ہو۔۲۴؎

بخل

بخل سے مراد یہ ہے کہ انسان بنیادی ضروریاتِ زندگی ، اعزا و اقارب، اہل و عیال اور محتاجوں پر پیسہ خرچ نہ کرے ۔ ابن زیدؒ فرماتے ہیں: ''بخل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق انسان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ نہ کرے'' ۔ ۲۵؎ ایجی شیرازی شافعی کے نزدیک بخیل وہ شخص ہے جو ان جگہوں پر خرچ کرنے سے اجتناب کرے، جن میں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے، مثلاً حقوق والدین اور اقربا پروری ۔ ۲۶؎ بخیل خود بھی خرچ کرنے سے ہاتھ روکتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتا ہے ۔ امام غزالیؒ بیان کرتے ہیں کہ بخیل شخص ضرورت کے باوجود مال خرچ نہیں کرتا ۔ اگر وہ بیمار ہو جائے تو دوا دارو نہیں کرتا یا کچھ کھانے کی خواہش ہو تو خود خرید کر کھانے کی بجائے مفت کھانے کو ترجیح دیتا ہے ۔ ایسا شخص باوجود حاجت کے اپنے ساتھ بخل کرتا ہے ۔ بخیل وہ شخص بھی ہے جو گھر والوں کو ماہانہ خرچ مہیا کرتا ہے ۔ اس کا بخل انھیں کچھ زیادہ دینا گوارا نہیں کرتا ۔ اسی طرح اگر کھانا کھاتے ہوئے کوئی اور شخص آ جائے تو وہ آنے والے شخص کو کھانے میں شریک نہ کرنے کی غرض سے کھانا چھپا دیتا ہے ۔ ۲۷؎ بخیل شخص اپنی ذات اور اپنی بنیادی ضرورتوں پر خرچ کرنے سے پہلو تہی کرتا ہے ۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ مفت کی روٹیاں توڑے اور دوسرے کے کھانے میں بن بلائے شریک ہو جائے ۔ وہ اپنی اولاد، رشتہ داروں، ضرورت مندوں، یتیموں اور بیواؤں پر خرچ کرنے سے اجتناب کرتا ہے ۔ غریبوں اور مسکینوں کی مدد نہیں کرتا ۔ اگر کر دے تو وقتاً فوقتاً ان پر احسان جتلاتا ہے ۔

بخل کی وجہ سے دولت چند لوگوں کے ہاتھوں میں مرتکز ہو کر رہ جاتی ہے ۔ زندگی کو قائم رکھنے کے لیے گردش خون ضروری ہے ۔ اگر خون صرف دل میں مرتکز ہو کر رہ جائے تو انسان کی موت واقع ہو سکتی ہے ۔ اسی طرح دولت کی گردش سے معیشت ترقی کی طرف گام زن ہوتی ہے ۔ اگر دولت کو دبا کر رکھ دیا جائے تو معیشت کو تنزلی کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔

بخیل شخص ہر معاملہ میں روپے پیسے بچانے کی فکر میں رہتا ہے۔مال جمع کرنے کی فکراس کو اللہ کے ذکراوراس کے جلال سے غافل کر دیتی ہے۔ایسا شخص دوسروں کے دکھ درد میں شریک نہیں ہوتا۔ وہ ان کے مصائب اور پریشانیوں کو محسوس نہیں کرتا۔بخل سے انسان کے اندر خود غرضی،حرص ،مفاد پرستی اور لالچ جیسی بیماریاں پیدا ہونے لگتی ہیں۔جب وہ دولت کو جمع کرنا ہی اپنا مقصد زندگی بنا لیتا ہے تو مادہ پرست بن جاتا ہے۔اس کے اندر سے اخلاقی صفات بتدریج ختم ہونے لگتی ہیں۔بخیل دنیا کو ہی اپنا منتہائے مقصود بنالیتا ہے۔وہ سمجھتا ہے کہ اسے ہمیشہ اسی دنیا میں رہنا ہے، چنانچہ وہ برابر دولت جمع کرنے میں لگا رہتا ہے۔دولت کی ہوس بخیل شخص میں خودنمائی کو پروان چڑھاتی ہے۔ چنانچہ وہ اپنی دولت پر گھمنڈ کرتا ہے اور یہی چیزاس کی تباہی کا باعث بن جاتی ہے۔

بخل کی مذمت اوراس کا علاج

اگرچہ انسان طبعاً مال و دولت کا حریص ہے، تاہم ایمان اسے مذہب کی ابدی اقدار، باقی رہنے والی آخرت اور اللہ حی وقیوم کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ دنیاوی زندگی کو عارضی سمجھنے والا شخص مادہ پرست اورمفاد پرست نہیں ہوسکتا، اس کا دل خوف الٰہی سے مزین ہوتا ہے۔ مال و دولت کی حرص اور محبت کو انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعے کم کیا جاسکتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (التغابن:١٦)

اور جوشخص اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا جائے وہی کام یاب ہے۔

وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُواْ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(آل عمران:١٨٠)

جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لیے بہتر خیال نہ کریں، بلکہ وہ ان کے لیے نہایت بدتر ہے۔ جو کچھ بھی وہ اپنی کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں،عن قریب قیامت

والے دن وہ ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔

حدیث نبوی کی رُو سے دو خصلتیں مومن میں کبھی جمع نہیں ہوتیں: ایک بخل اور دوسری بد خلقی۔ ۲۸؎ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس شخص کو بُرا قرار دیا ہے جس سے اللہ کے نام پر کچھ مانگا جائے، پھر بھی وہ نہ دے۔ ۲۹؎ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''سخی خرچ کرنے سے خوش ہوتا ہے اور اس کا دل کشادہ ہوتا ہے۔ جب کہ بخیل شخص خرچ کرنے کے معاملے میں تنگ دل ہوتا ہے۔'' ۳۰؎

جو شخص بخل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتا اس کے لیے دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ کی وعید سنائی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۨ الَّذِىۡ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ (الھمزۃ:۱-۲)

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا، غیبت کرنے والا ہو۔ جو مال کو جمع کرتا جائے اور گنتا جائے۔

درحقیقت انسان کا مال اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت ہے۔ اسے اسی کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے: ''ابن آدم کہتا ہے: میرا مال، میرا مال، مگر حقیقت میں اس نے جو مال صدقہ کر دیا، یا کھا کر ختم کر دیا اور پہن کر پرانا کر دیا، اس کے علاوہ اس کا کوئی مال نہیں؟'' ۳۱؎ اسلام میں مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں گن گن کر نہ دو، ورنہ اللہ بھی تمھیں گن کر دے گا۔ جہاں تک ہو سکے، خیرات کرو''۔ ۳۲؎ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے افضل صدقہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: ''تم صدقہ دو، اس حال میں کہ تم تندرست ہو اور محتاجی کا خوف اور امیری کی امید رکھتے ہو۔ صدقہ دینے میں دیر نہ کرو، یہاں تک کہ جب موت کا وقت آجائے تو کہو: یہ فلاں کا ہے، یہ فلاں کا ہے اور وہ فلاں کا تھا۔'' ۳۳؎ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ جو شخص رضائے الٰہی کے لیے مال خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال کو سات سو گنا بڑھا دیتا ہے۔ (البقرۃ:۲۶۱) انفاق فی سبیل اللہ آخرت میں

اجر وثواب کا ذریعہ ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے: ''اگر کسی مومن نے کسی بھوکے مومن کو کھانا کھلایا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھلوں میں سے کھلائے گا اور اگر کسی مومن نے پیاس کی حالت میں کسی مومن بھائی کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ اسے مہر بند پاکیزہ نفیس شراب پلائے گا۔ اور اگر کسی مومن نے اپنے مومن بھائی کو اس کی بے لباسی پر لباس پہنایا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے سبز لباس میں سے پہنائے گا''۔ ۳۴؎

اسلام بخل سے اجتناب کرنے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں حلال کمائی اپنی اور اہل خانہ کی ضروریات کی تکمیل، بچوں کی تربیت، رشتہ داروں کی مدد، محتاجوں کی اعانت، معاشی اور سماجی فلاح و بہبود، اشاعت دین اور جہاد کے مقاصد کے لیے خرچ کرنا انفاق فی سبیل اللہ کے زمرے میں آتا ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے: ''افضل دینار، جسے آدمی خرچ کرتا ہے، وہ دینار ہے جسے وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور وہ جسے وہ اللہ کی راہ میں اپنی سواری پر خرچ کرے اور اللہ کی راہ میں اپنے اصحاب پر خرچ کرے''۔ ۳۵؎ جو مسلمان اپنے گھر والوں پر ثواب کی نیت سے کچھ خرچ کرتا ہے، وہ اُس کے لیے صدقہ ہے۔ ۳۶؎ یہاں تک کہ غیر مسلم والدین پر بھی خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ حضرت اسمائؓ بنت ابو بکرؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ دین سے بیزار (مشرکہ) ہے۔ کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ ۳۷؎

مال و دولت خرچ کرنے کے معاملے میں ذاتی زندگی کو محور نہ بنایا جائے، بلکہ رشتہ داروں، دوست احباب، ہمسایوں، مسافروں، مہمانوں، محتاجوں، یتیموں، بیواؤں، مقروضوں اور خدمت گزاروں کے ساتھ احسان و تعاون کا معاملہ کرنا چاہیے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو شخص رشتہ داروں پر صدقہ کرتا ہے اس کو دوہرا اجر ملتا ہے: ایک صدقہ کا اجر اور دوسرا رشتہ داری کا۔'' ۳۸؎ معاشرے میں بیوہ اور مساکین کی دیکھ بھال کرنے اور ان کی مالی اعانت کرنے والے کے لیے بھی بہت اجر وثواب ہے۔ اللہ کے

رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ’’بیوہ اور مسکین کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا اس مجاہد کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے‘‘۔۳۹؎ حاجت مندوں کی حاجت پوری کرنا اخلاقی و دینی فریضہ ہے۔معاشرہ میں نادار اور ضرورت مند لوگوں کا خیال رکھنے سے معاشرہ جنت نظیر بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ غنی (بے نیاز) ہے۔ ہم خرچ کریں یا نہ کریں، اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ وہ خالق ہے، زمین و آسمان کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ انفاق فی سبیل اللہ سے انسان اپنے نفس کو مادی آلائشوں سے پاک کرتا ہے اور آخرت میں اجروثواب کا بھی مستحق ٹھہرتا ہے، جب کہ ناداروں کی مدد نہ کرنے کی صورت میں انسان خسارے کا سودا کرتا ہے، جس کی وجہ سے قیامت کے دن اس کے ہاتھ خالی ہوں گے۔

خرچ میں اعتدل

اسلام ایک طرف انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیتا ہے تو دوسری طرف بخل اور اسراف سے روکتا ہے اور خرچ میں اعتدال کی راہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔علامہ زبیدیؒ کے نزدیک اعتدال سے مراد افراط وتفریط کا درمیانی راستہ ہے۔۴۰؎ اعتدال سے مراد یہ ہے کہ جہاں مال روک کر رکھنا ضروری ہو وہاں روکا جائے اور جہاں خرچ کرنا ضروری ہو وہاں خرچ کیا جائے۔ضرورت کی جگہ پر خرچ نہ کرنا بخل ہے اور جہاں ضرورت نہ ہو وہاں خرچ کرنا اسراف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہی:

وَ لاَ تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُولَۃً إِلَی عُنُقِکَ وَ لاَ تَبْسُطْهَا کُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوماً مَّحْسُوراً۔ (بنی اسرائیل:۲۹)

اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے کہ پھر ملامت کیا ہوا درماندہ بیٹھ جائے۔

شیخ وھبۃ الزحیلی انفاق میں اعتدال کے بارے میں بیان کرتے ہیں: ’’آدمی خرچ کرنے میں اعتدال کی روش اختیار کرے، نہ اپنے ہاتھ گردن سے باندھ دے۔یعنی خرچ کرنے سے رک جائے، اپنی ذات، اہل وعیال، رشتہ داروں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل سے کام لے اور نہ اپنی طاقت سے زیادہ خرچ کرے کہ انجام

کار ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے۔"[۴۲] خرچ میں اعتدال کی روش اختیار کرنے والا معاشی پریشانی کا شکار نہیں ہوتا۔ہماری اکثر پریشانیاں اخراجات میں بےاعتدالی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے مومنین کی صفت 'خرچ میں اعتدال' بیان فرمائی ہے:

وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا۔ (الفرقان: ٦٧)

اور وہ لوگ جو خرچ کرتے وقت نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل، بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل راہ اختیار کرتے ہیں۔

اسلام خرچ کرنے میں اعتدال کی راہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔مالی وسائل اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ان کے بارے میں صحیح رویہ اعتدال ہی ہے۔انسان کو چاہیے کہ کفایت شعاری سے جائز ضرورتیں پوری کرے اور جو کچھ بچ جائے اس کو حق دار کی امانت سمجھے اور اس امانت کو نہایت احتیاط سے ادا کردے۔

اسلام نے طرز زندگی میں بھی اعتدال ملحوظ رکھنے کا کا حکم دیا ہے۔چنانچہ رہائش گاہوں میں سادگی اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور غیر ضروری آرائش و زیبائش سے سے روکا گیا ہے۔اسی طرح سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع کیا گیا ہے۔[۴۳] اسی طرح سادہ لباس پہننے کی تلقین کی گئی ہے۔لباس کا اصل مقصد ستر پوشی ہے۔لباس باپردہ، حیثیت کے مطابق اور فخر وتکبر کے جذبے سے پاک ہونا چاہیے۔حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے، نیز ریشم اور دیباج کے کپڑے پہننے اور بچھانے سے بھی۔[۴۴] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسی (قس کا بنا ہوا ریشمی کپڑا) اور شوخ زعفرانی رنگ کے کپڑے پہننے اور سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے۔[۴۵]

اسلام نے فضول خرچی سے منع کیا ہے، لیکن ضروریات زندگی اور اچھے رہن سہن پر خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ابوالاحوص نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گھٹیا کپڑے پہنے ہوئے حاضر ہوا۔آپؐ نے دریافت کیا: کیا تمھارے پاس دولت ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔آپؐ نے

پوچھا کس قسم کی؟ میں نے کہا: اللہ نے مجھے اونٹ، بکریاں، گھوڑے اور غلام عطا کیے ہیں۔ فرمایا: جب اللہ تمھیں کوئی نعمت عطا فرمائے تو چاہیے کہ تمھاری ذات پر اس کے فضل و کرم کا اثر دیکھا جا سکے۔[۴۶]

درج بالا تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام فضول خرچی اور بخل سے بچتے ہوئے اعتدال کے ساتھ زندگی گزارنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اسی میں ایک مومن کی دنیاوی و اُخروی فلاح پوشیدہ ہے۔

حواشی ومراجع

۱۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، أبو الفضل، جمال الدین، أفریقی (م ۷۱۱ھ)، لسان العرب، بیروت (لبنان): دار الفکر، ط۔ن، ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۲ئ، ج۹، ص ۱۴۸

۲۔ لسان العرب، ج ۴، ص ۵۰؛ تاج العروس، ج۶، ص ۶۷

۳۔ مودودی، سید، ابوالاعلیٰ، تفہیم القران، لاہور: ادارہ ترجمان القران، ۲۰۰۵ئ، ج ۲، ص ۶۱۱

۴۔ بخاری، کتاب اللباس، باب قول اللہ تعالی: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِىٓ أَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ [الاعراف: ۳۲]

۵۔ سید قطب، فی ظلال القران، بیروت (لبنان): دار الشروق، ۱۹۷۴ئ، طبع اول، ج ا، ص ۱۵۵

۶۔ مسلم، کتاب المساقاۃ، باب اخذ الحلال وترک الشبھات، ۴۰۹۴

۷۔ قرطبی، الجامع لأحکام القران المسمّٰی تفسیر القرطبی، القاہرۃ (مصر): دار الحدیث، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ئ، ج ۳/ جز ۶، ص ۶۲۴۔۶۲۵

۸۔ نسائی، کتاب الأشربۃ، باب ذکر الآثام المتولدۃ عن شرب الخمر۔۔۔، ۵۶۷۰

۹۔ بخاری، کتاب الحدود، باب الضّرب بالجرید والنعال، ۶۷۷۹

۱۰۔ طّبری، تاریخ ال أمم والملوک المعروف بہ تاریخ طبری، مطبعۃ الاستقامۃ، بیروت (لبنان): دار الکتب العلمیۃ،، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ئ، طبع اول، ج ۲، ص ۵۰۷

۱۱۔ مسلم، کتاب الاشربۃ، باب بیان أنّ کل مسکر خمر، ۵۲۱۱

۱۲۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی الکفاف والقناعۃ، ۲۴۲۷

۱۳۔ الترمذی، الجامع، ابواب الزھد، باب منه الخصال التی لابن آدم فی سواھا، ۲۳۴۱
۱۴۔ الغزالی، احیاء علوم الدین، بیروت (لبنان): دارالمعرفة، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ئ،طبع اول، ج۱، ص ۱۰۹۳
۱۵۔ مسلم، کتاب الزکاة، باب فضل القناعة والحث علیھا، ۲۴۲۰، الترمذی، الجامع، ابواب الزھد، باب ما جاء ان الغنی غنی النفس، ۲۳۷۳
۱۶۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب لینظر الی من ھو اسفل منه، ۶۴۹۰
۱۷۔ شیخ وھبة الزحیلی، التفسیر الوسیط، بیروت (لبنان): دارالفکر المعاصر، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ئ،طبع اول، ج۲، ص ۱۳۴۳
۱۸۔ نسائی، کتاب النکاح، باب جھاز الرجل ابنته، ۳۳۸۶؛ ابن ماجه، کتاب الزھد، باب ضجاع آل محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم، ۴۱۵۲
۱۹۔ ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی الرّجل یدخل بامرأته قبل أن ینقد ھا شیئًا، ۲۱۲۶
۲۰۔ بخاری، کتاب النکاح، باب البناء فی السفر، ۵۱۵۹
۲۱۔ بخاری، کتاب النکاح، باب من أولم باقل من شاةٍ، ۵۱۷۲
۲۲۔ مسلم، کتاب النکاح، باب زواج زینب بنت جحش
۲۳۔ ترمذی، أبواب النکاح، باب ما جاء فی الولیمة، ۱۰۹۴؛ ابن ماجه، کتاب النکاح، باب الولیمة، ۱۹۰۷
۲۴۔ بخاری، کتاب النکاح، باب من ترک الدعوة فقد عصی اللہ ورسوله، ۵۱۷۷، مسلم، کتاب النکاح، باب الأمر باجابة الداعی الی الدعوة، ۳۵۲۱،
۲۵۔ طبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، مصر: دارالمعارف، ط۔ن، س۔ن۔، ج ۸، ص ۳۵۲
۲۶۔ اِیجی، شیرازی (م ۹۰۵ھ)، جامع البیان فی تفسیر القرآن، دارالکتب العلمیة، بیروت (لبنان)، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۴ئ،طبع اول، ج۱، ص ۳۵۵
۲۷۔ احیاءعلوم الدین، ج۱، ص ۱۱۱۳
۲۸۔ ترمذ ی، أبواب البر والصلة، باب ما جاء فی البخل، ۱۹۶۲
۲۹۔ ترمذی، أبواب الزھد، باب ما جاء فی: قلب الشّیخ شابّ علی حبّ اثنتین، ۲۳۳۸
۳۰۔ مسلم، کتاب الزکوٰة، باب مثل المنفق والبخیل، ۲۳۶۱، ۲۳۵۹، ۲۳۶۰؛ بخاری، کتاب

الزکاۃ، باب مثل البخیل والمتصدق، ۱۴۴۳؛ نسائی، کتاب الزکاۃ باب صدقۃ البخیل، ۲۵۴۸، ۲۵۴۹

۳۱۔ ترمذی، أبواب الزھد، باب منہ حدیث، (یقول ابن آدم: مالی مالی ــــــ)، ۲۳۴۲

۳۲۔ بخاری، کتاب الزکاۃ، باب: الصّدقۃ فیما استطاع، ۱۴۳۴

۳۳۔ بخاری، کتاب الزکاۃ، باب فضل صدقۃ الشّحیح الصّحیح، ۱۴۱۹؛ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب بیان أن أفضل الصدقۃ صدقۃ الصحیح الشحیح، ۲۳۸۲

۳۴۔ ترمذی، أبواب الزھد، باب فی ثواب الاطعام والسقی والکسو، ۲۴۴۹

۳۵۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال والمملوک، ۲۳۱۰

۳۶۔ بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النّفقۃ علی الأھل، ۵۳۵۱؛ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقہ والصدقۃ علی الاقربین، ۲۳۲۲

۳۷۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین، ۲۳۲۵

۳۸۔ ابن ماجہ، ابواب الزکاۃ، باب الصدقۃ علی ذی قرابۃ، ۱۸۳۴، النسائی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ علی الأقارب، ۲۵۸۴

۳۹۔ بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النّفقۃ علی الأھل، ۵۳۵۳؛ نسائی، کتاب الزکاۃ، باب فضل السّاعی علی الأرملۃ، ۲۵۷۸

۴۰۔ تاج العروس، ج۱۵، ص ۴۷۱

۴۱۔ احیاء علوم الدین، ج۱، ص ۱۱۱۶

۴۲۔ التفسیر الوسیط، ج۲، ص ۱۳۴۳

۴۳۔ مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال أوانی الذّھب والفضّۃ، ۵۳۸۵

۴۴۔ بخاری، کتاب اللباس، باب افتراش الحریر، ۵۸۳۷؛ مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم استعمال آناء الذّھب والفضّۃ، ۵۳۹۴

۴۵۔ مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال اناء الذھب والفضۃ، ۵۳۸۸؛ ابو داؤد، کتاب اللباس، باب من کرھہ، ۴۰۴۴

۴۶۔ ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی الخلقان وفی غسل الثّوب، ۴۰۶۳